سیرت حضرت علیؑ

از: ناصر زیدی
پٹنہ

تیسری آسمانی کتاب "انجیل مقدس" میں یہ جملہ ہے کہ "اے لوگو! ان راستوں سے نہ جاؤ جن پر چلنے والوں کی کثرت ہے بلکہ ان راستوں کو اختیار کرو جن پر چلنے والے کم ہیں۔"
گویا دنیا میں بزرگی اور عظمت کے طلبگار لوگوں کو اپنے لئے وہ راستہ اختیار کرنا چاہیے جو عام راہ سے مختلف ہو۔ شاید اس لئے کہ منزل کمال کا حصول ان راہوں سے وابستہ ہے جنہوں نے خود اپنے لئے اپنی راہیں معین کی ہیں اور ان راستوں کا انتخاب نہیں کیا جن پر عوام الناس کی بھیڑ رواں دواں ہے اور جہاں ہمیشہ دوسرے ان کے لئے سوچتے اور فیصلہ کرتے تھے۔ عام ذہنوں کے لئے یہ ایک عجیب سی حرکت معلوم ہوتی تھی لیکن اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کبھی ایک سچائی "ایک گہرائی" ایک عظمت ایک فکر ایک گفتگو ایک صدا بن کر ان راستوں میں کتنی مضحکہ خیز بن جاتی ہے جو اس کے سمجھنے کے اہل نہیں ہوتے۔

امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ کی ذات گرامی بھی ایسی ہی عظیم ہستیوں میں سے ایک ہے، بلکہ پیغمبر اسلامؐ کے بعد سارے عالم انسانیت کی وہ عظیم ترین ہستی ہے جو ایک خاص ہدایت پر مامور ہے اور جو کل سے زیادہ آج انجانا اور اجنبی ہے۔ کاش انجانا اور اجنبی ہی ہوتا تو بہتر تھا مگر آج کی فکری انسانی پست نظروں نے اسے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ کاش اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تو بہتر تھا۔ محققین نے علیؑ کو میدان جنگ میں ایک ماہر شمشیر زن، محدود شہر میں جہات حساس اور پر عمل سیاست داں اور گھریلو زندگی میں انتہائی شفیق، مہربان اور منظم فرد کی حیثیت سے دیکھا ایک علیؑ زندگی کے تمام شعبوں میں ایک ماہر اور مکمل انسان کا اعلیٰ ترین نمونہ سے تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اکثر آپؑ نصف شب میں لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر اطراف مدینہ کے نخلستان میں جاتے اور کنوؤں کے دہانے پر اپنا سر رکھ کر فریاد کیا کرتے تھے۔ آپ کی فریاد کا باعث وہ رنج و الم ہرگز نہیں تھا جو آپ کو عرب قوم، مدینے کے افراد اور اپنے گرد و پیش کے احوال سے پہنچا تھا بلکہ علیؑ کو درد و کرب اور رنج و الم اس سے بھی کہیں سوا تھا وہ اپنے آپ کو اس عالم کا اسیر پاتے تھے، یہ تنگ اور کم مایہ دنیا ان کی آنکھوں طلب روح کی راہ میں حائل تھی۔ وہ یہاں ایک گھٹن محسوس کرتے تھے۔ یقیناً علیؑ کی ذات گرامی ہر انسان سے بڑھ کر ان بلند پایہ عظمتوں کو محسوس کرتی تھی جو اس عالم وجود میں ناپید ہیں۔ وہ اپنے آپ کو اس دنیا میں سب سے زیادہ بیگانہ محسوس کرتے تھے اور اس وجہ

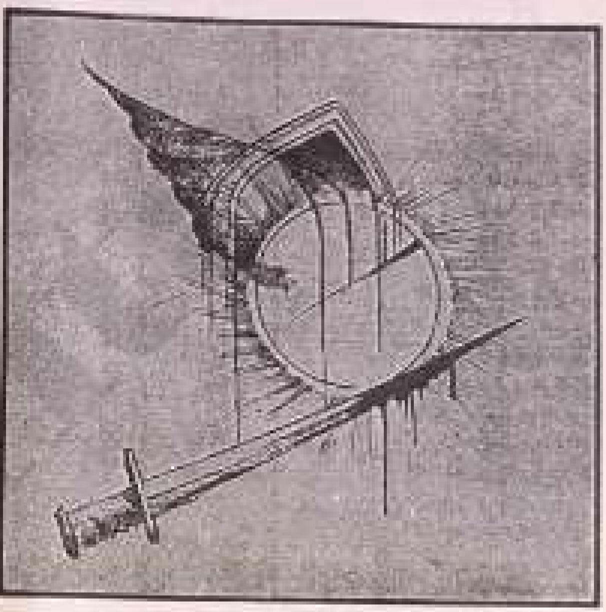

احساس یگانگی کے سبب انھیں اس عالم میں سب سے زیادہ عدالت فریاد بلند کرتا تھا اور علم کی اس انتہا نے اس آسمانی ہستی کو کمال شدت سے اس طرح کی فریاد پر مجبور کر دیا۔

دنیا کے دیگر مفکرین جو اس حقیقت سے ناآشنا رہے، تنگ آکر اسی عالم آب و گل کو سب کچھ سمجھتے اور اپنی تمام فکری اور فلسفیانہ زندگی کو اس بات پر صرف کر دیا کہ انسان اپنے آپ کو یہاں اور صرف یہاں کی زندگی سے وابستہ رکھے۔ سارتر نے اپنی تمام فلسفی تحریروں میں اس عقیدے کا اظہار کیا ہے کہ انسان اور عالم وجود سے حقائق مادے کی پیداوار ہیں اس کا سارا فلسفہ یہ ثابت کرتا جاتا ہے کہ انسان اور اس عالم مادہ کے سوا اور کچھ نہیں، جو کچھ ہے یہی ہے اور یہیں ہے، مگر ایسا نظریہ رکھنے والا بھی غیر شعوری طور پر ایک کرب اور اضطراب میں مبتلا نظر آتا ہے۔ وہ زندگی کو استفراغ سمجھتا ہے، اس کے نزدیک یہ کائنات پست، خام اور احمق ہے۔ لیکن ایسے دنیا کہنے کا استحقاق نہیں۔ یہ تو وہی کہہ سکتا ہے جو اس دنیا کے علاوہ کسی اور دنیا کو اس سے زیادہ اعلیٰ، ارفع اور اقدس جانتا ہو اور ایسی مقدس ذات علی ابن ابی طالبؑ کی ہے۔ انسانی فطرت کو ایسی گرانقدر عظیم ہستی کی ہر دور میں تلاش رہی اور یہی خواہش رہی کہ ربانیت و تقدس، محبت و شجاعت، سخن پروری و وفاداری کے مختلف بکھرے ہوئے نمونے سمٹ کر ایک ہو جائیں اس لئے کہ انسان کو زندہ رہنے کے لئے اعلیٰ پاکیزہ اور مطلق نمونوں کی ضرورت ہے جسے وہ زندگی کی راہوں میں ہمیشہ ہمیشہ پیش نظر رکھے اور اس سے اپنی روح میں بالیدگی محسوس کرے۔

بشری فطرت اپنی تلاش میں اس وقت منزل مقصود کو پہنچی جب انسانوں کے لئے ارض مقدس پر بنائے گئے سب سے پہلے گھر کے اندر فاطمہ بنت اسد کی آغوش میں ہاشمی خاندان کا چشم و چراغ، عمران کا فرزند، حضور اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا قوت بازو، مصداق حدیث "انا و علی من نور واحد" دل کا دلبر فرزند، "شیر خدا" ابوتراب، داماد رسالتمآب، سید الوصیین، امیر المومنین، غالب علی کل غالب، علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام منظر شہود میں آئے۔ دنیا کا یہ پہلا اور آخری حیرت انگیز اور عجیب واقعہ ہے کہ کسی معبد میں کسی بچے کی ولادت ہوئی ہے۔

علی کو حق نے آزاد تو میں کعبہ میں
کھلی جو آنکھ تو پہلا خدا کا گھر دیکھا

کیا کہنا اس ذات گرامی کا جس کے لئے وہ بیت الحرام جو خانہ بنایا گیا جو عظمت و شرف کے علاوہ عظمت ہستی پر اپنی اولیت کی بھی سند رکھتا ہے۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ھدی للعالمین۔ بے شک روئے زمین پر انسان کے لئے سب سے پہلا عبادت خانہ مکہ معظمہ میں بنایا گیا جو باعث برکت اور سارے جہان کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ انا و علی من نور واحد۔ میں اور علیؑ دونوں ایک ہی نور سے ہیں۔

اے نور کے پتلے تجھے کیا خاک سے نسبت
احساں ترا ہے جو زمیں پر اتر آیا

اس نور کے ٹکڑے کی سیرت دوسروں کے لئے ایسی پیدا کرتی ہے جس پر ہر دور میں چلتے ہیں جنھوں نے پیغمبر اسلام تعلیمات کا صدق دل سے مطالعہ کیا ہے۔ علیؑ کی سیرت کو تاریخ کے آئینہ میں دیکھیں یا رسول اعظم کی احادیث میں تلاش کریں، دونوں میں ہی اسلامی تقدس و ربانیت کا جلوہ نظر آتا ہے اور ایک ایسی عظیم ہستی دکھائی دیتی ہے جو ان تمام اعلیٰ اور مطلق نمونوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے جو روئے زمین پر انسانوں میں نہیں ہو سکتی ہیں۔ اس کا تعلق اور استعداد گفتگو درجہ بلند، خوبصورت، پُرسوز اور دلنشین ہے کہ تاریخ میں کی مثال نہیں ملتی۔ غور کیجئے تو کبھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس ذات میں متناقض نمونوں کا ایک مجموعہ ہے۔ وہ ایک طرف سخن ہے تو دوسری طرف مرد شمشیر، جنگ کے میدان میں علیؑ کی تلوار ان کی شجاعت، طاقت، حوصلہ و ہمت کا مظاہرہ ہے تو سماجی زندگی میں ایک یتیم کے مقابل انتہائی ضعیف کمزور، ناتواں، لرزاں اور پریشان خاطر نظر آتے ہیں۔ میدان رزم میں دشمن کے ساتھ اتنا سخت رویہ ہے کہ وہاں آپ ذات سراپا مظہر عشرت ہے۔ آپ کی ذوالفقار تو ریزی تباہی کی آئینہ دار ہے اور بزم میں آپ سے زیادہ صابر عفو و درگزر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔

رسول اعظم نے علیؑ کو اپنے اصحاب کو ہر موقع پر مختلف حیثیت سے متعارف فرمایا اور بعض ایسی ذمہ داریاں بھی سپرد کیں جن پر آج تک تاریخ انگشت بدنداں ہے۔ جنگ

ذاتِ حیدرؑ کو کوئی کیا جانے

بانئ جانے یا خدا جانے

آنحضرتؐ فرماتے ہیں علی منی وانا من علی وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ حب علی ایمان و بغضہ کفر۔ علیؑ کی محبت ایمان ہے اور ان کا بغض کفر ہے۔ النظر الی علی بن ابیطالب عبادۃ و ذکرہ عبادۃ۔ علی بن ابیطالب کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور ان کا تذکرہ کرنا بھی عبادت ہے۔ اچھا یہ دیکھئے کہ حضور سرورِ کائنات فخرِ موجوداتؐ فرماتے ہیں: زینوا مجالسکم بذکر علی بن ابیطالب۔ اپنی نشستوں کو علیؑ ابن ابیطالب کے تذکرے سے زینت بخشو۔ یقیناً اس حکم کے پس پردہ یہ راز مضمر نظر آتا ہے کہ علیؑ کی ذات جامع صفات کی سیرت اور کردار جو پوری نوعِ انسان کی زندگی کے ہر شعبہ کی تمام تر خوبیوں اور کمالات کا مظہر ہے۔ اس کے تذکرے سے ہماری گروہ سازی ہوتی ہے اور سیرت سنورتی ہے لیکن اس فہم و ادراک کے لئے ایسے اذہان کی ضرورت ہے جو صالح اور حق پسند ہوں۔ ایسی صالح اور حق پسند مقدس ہستیاں جنہوں نے معرفت و حق شناسی کے بعد ہی مولائے کائنات علیؑ ابن ابیطالبؑ کے بارے میں اپنے خیالات و تاثرات کا اظہار فرمایا ہے ان میں سے چند کے افکار ملاحظہ ہوں:-

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ فرماتے ہیں

اوصافِ علیؑ بہ گفتگو ممکن نیست

گنجائشِ بحر در سبو ممکن نیست

علیؑ کے اوصاف کا الفاظ میں بیان ممکن ہی نہیں ہے۔ جیسے پیالے میں سمندر کا سمانا ممکن نہیں ہے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی کتاب "بحر المعانی" کی ایک عبارت کا مختصر ترجمہ ملاحظہ ہو:-

"اگر میں علیؑ مرتضیٰ کے مناقب کا ایک شمہ ظاہر کروں تو آفتاب کا جہان بالکل محو ہو جائے اور جو کچھ میں نے آنجنابؑ سے مشاہدہ کیا ہے اگر اس کو بیان کروں تو آدمؑ سے عیسیٰؑ بن مریمؑ تک تمام انبیاء کی عزت کا خاندان اسی جناب سے خیال کریں۔"

امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کے ان ہی اوصاف میں ان کی سیرت اور کردار کے واضح نقوش نظر آجائیں گے۔ وہ سیرت کے اعتبار سے بلند ہی نہیں بلکہ سیرت نے اس ستودہ صفات ہستی سے جلا پائی اور سربلندی حاصل کی۔

علیؑ ایک عدیم المثال شخصیت کے مالک ہیں۔ ایک مرد کامل کے لئے جو صفات لازم ہیں وہ علیؑ کی ذات گرامی میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ چنانچہ ایسی کوئی بھی اعلیٰ صفت نہیں ہے جو انسان کے لئے لازم ہو اور علیؑ میں نہیں پائی جاتی ہو۔ اور یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے روح اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء و رسل کے اوصاف میں علیؑ برابر کے شریک ہیں۔ اس کے ثبوت میں سید المرسلین، رحمۃ للعالمین، رسولِ خدا حضرت محمد مصطفیٰؐ علیہ التحیۃ والثناء کی حدیث شریف ملاحظہ ہو:-

من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ والی نوح فی فہمہ والی ابراھیم فی خلتہ والی موسیٰ فی مناجاتہ والی داؤد فی قوتہ والی سلیمان فی ہیبتہ والی یوسف جمالہ والی ایوب فی صبرہ والی یحییٰ فی زھدہ والی عیسیٰ فی سنتہ فلینظر الی علی ابن ابیطالب فان فیہ تسعین خصلۃ من خصال الانبیاء جمعھا اللہ فیہ ولم یجمعھا فی غیرہ۔

"جو شخص دیکھنا چاہتا ہے آدمؑ کو ان کے علم میں، نوحؑ کو ان کے فہم میں، ابراہیمؑ کو ان کی خلت میں، موسیٰؑ کو ان کی مناجات میں، داؤدؑ کو ان کی قوت میں، سلیمانؑ کو ان کی ہیبت میں، یوسفؑ کو ان کے جمال میں، ایوبؑ کو ان کے صبر میں، یحییٰؑ کو ان کے زہد میں، عیسیٰؑ کو ان کے طریقہ میں تو اسے علیؑ بن ابیطالب کی طرف دیکھنا چاہئے اس لئے کہ اللہ نے ان میں انبیاء کے خصائل میں سے نوے خصلتیں جمع کر دی ہیں اور ان کے علاوہ کسی میں بھی اکٹھا نہیں کی ہیں۔"

بس یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ کے ذکر کو مسلمانوں کی نشستوں اور جلسوں کی زینت قرار دیا اور فرمایا ذکر علی عبادۃ۔ علیؑ کا ذکر عبادت ہے۔

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں۔ رسولِ اعظمؐ کو جب "اقرأ" کا حکم آیا اور آنحضرتؐ نے تبلیغ کا آغاز کیا تو علیؑ ہر منزل پر آپ کے معاون و مددگار تھے۔ دعوت ذو العشیرہ کی منزل میں جب فرزند عبداللہ کی طرف سے نصرت کا تقاضا کیا گیا تو وعدہ حضرت علیؑ نے نبھایا تھا۔ اس طرح دونوں بھائیوں نے دین کی خدمت کے لئے قدم بڑھائے اور علیؑ کا وعدہ حضرت اس امر کا تھا کہ "یا رسول اللہ قرآن کی تلاوت آپ فرمائیں گے تفسیر میں بتاؤں گا۔ جہاد کا حکم آپ دیں گے تلوار سے جہاد کر کے میں دکھاؤں گا۔ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت آپ کریں گے آپ کے پاس موجود امانتوں کو ان کے حقداروں میں پہنچاؤں گا۔ شب ہجرت بستر آپ کا ہوگا آپ کے بستر پر نفس رسولؐ بن کر میں سوؤں گا۔ خانۂ خدا کو آذر کے بتوں سے پاک کرنے کا حکم آپ دیں گے آپ کے کاندھوں کو مسند میں کروں گا۔ شب معراج عرش معلیٰ کی طرف آپ جائیں گے زمین پر لشکر اسلام کی حفاظت میں کروں گا۔ صاحب کوثر آپ ہوں گے ساقی کوثر میں ہوں گا۔ خیبر کی فتح کا وعدہ آپ فرمائیں گے فتح میں کروں گا۔ تاریخ اسلام کے لئے کوشش آپ کی ہوگی آپ کی کوششوں کی حفاظت میں کروں گا۔ حق کی امامت آپ فرمائیں گے باطل کی کمر میں توڑوں گا۔ اس طرح یہ دونوں ذوات مقدسہ قدرت کا عظیم شاہکار، رفعتِ انسانی کی بلند ترین مثال اور کرامتِ انسانی کے لئے جدوجہد کا بے نظیر عملی نمونہ ہیں۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں ان کے روشن آثار موجود ہیں۔ محمدؐ علیؑ سے جدا نہیں اور علیؑ محمدؐ سے جدا نہیں۔ اس اعتبار سے علیؑ نے جو کچھ حاصل کیا وہ سب اپنے آقا اور مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا اور علیؑ کی سیرت دراصل وہی ہے جو پیغمبر اسلامؐ کی سیرت ہے۔